علیم ناصری کا قرض

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی موت کا وقت اس کے دنیا میں آنے سے پہلے ہی مقرر فرما دیا ہے اور اس وقت مقررہ پر انسان کو واپس جانا ہی ہوتا ہے۔ آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ آدمی کا پیدا ہونا اس کے مرنے کی تمہید ہے۔ خوش قسمت ہے وہ بشر جو اس دنیاوی زندگی میں اپنی آخرت کی بہتری کیلئے کچھ سامان کر لیتا ہے اور اس سے بھی بڑھ کر اچھے نصیب والا وہ شخص ہے جو اپنی موت کے بعد بھی اپنے لئے نیکیوں کا ذخیرہ چھوڑ جاتا ہے۔ جسے ''صدقہ جاریہ'' کہا جاتا ہے۔ ایسے ہی خوش نصیبوں میں ہمارے ممدوح مولانا علم الدین علیم ناصری بھی ہیں۔ مولانا علمی' ادبی' مسلکی و جماعتی حلقوں میں علیم ناصری کے نام سے معروف تھے اور بقول سندِ تاریخ' مورخ عصر حضرت مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ ''ان کا یہ نام اتنا آگے بڑھ گیا ہے کہ علم الدین کو بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اب اسے کوئی گھر کا پرانا بھیدی ہی تلاش کر سکتا ہے۔'' مولانا سے غائبانہ تعارف تو بہت پہلے تھا۔ جب ناصری صاحب ہفت روزہ الاعتصام کے مدیر تھے۔ الاعتصام کے حوالے سے ان کی مسلکی' دینی و ملی خدمات بہت وسیع ہیں ہفت روزہ الاعتصام کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص مولانا علیم ناصری کے نام و کام سے لاتعلق نہیں رہ سکتا۔ مرحوم آخر وقت تک مذکورہ پرچے کی مجلس ادارت میں شامل رہے۔ مئی ۲۰۰۱ء میں اپنے پیارے دوست ڈاکٹر قمر احسان کماپوری کہ جن کا قلم و قرطاس سے گہرا تعلق ہے اور وہ اب تک درجن بھر کتابیں قوم کو پیش کر چکے ہیں' کے ذریعے خالد علیم صاحب سے ملاقات ہوگئی۔ کیونکہ مجھے اپنی کتاب ''خرافات حنفیت'' کمپوز کروانا تھی اور خالد صاحب نے الاشراق کمپوزنگ سنٹر کے نام سے اردو بازار لاہور میں ادارہ قائم کیا ہوا تھا اور ڈاکٹر صاحب ان سے اپنی کئی کتابیں کمپوز کروا چکے تھے۔ جب خالد صاحب سے ملاقات ہوئی تو تعارف میں انہوں نے بتایا کہ علیم ناصری صاحب میرے والد محترم ہیں اور میں ان کا فرزند ارجمند۔ میں چونکہ ناصری صاحب کے نام سے آشنا تھا' اس لئے جھٹ سے ان کے بیٹے کے ہاتھ سلام کا پیغام دے دیا۔ پھر فون پر بھی ان سے بات ہوتی رہی اور خالد صاحب کے ذریعے سلام کا تبادلہ بھی۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا فرمائے کہ برسوں کی آرزو کے بعد ۲۰۰۲ء میں جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں بطور مدرس تقرری ہوگئی اور ساتھ ہی ماہنامہ ترجمان الحدیث کی ذمہ داری سونپ دی گئی۔ ﴿رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضاہ وادخلنی برحمتک فی عبادک الصالحین﴾

جامعہ سلفیہ فیصل آباد کی بنیاد چونکہ ۱۵ اپریل ۱۹۵۵ء میں رکھی گئی تھی اور ۲۰۰۵ء میں جامعہ اپنی علمی و تبلیغی اور اصلاحی خدمات کے پچاس برس مکمل کر رہا تھا۔ لہٰذا جامعہ کی انتظامیہ نے فیصلہ کیا کہ جامعہ کی پچاس سالہ خدمات کے تذکرہ کیلئے ترجمان الحدیث کا خصوصی نمبر شائع کیا جائے۔ اس مقصد کیلئے جماعت کی مقتدر شخصیات' قائدین اور صاحبان قلم و قرطاس کو خطوط ارسال کئے گئے کہ آپ جامعہ سلفیہ کے متعلق اپنی معلومات اور تاثرات قلم بند کر کے ارسال کریں۔ مولانا علیم ناصری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی خط لکھا گیا۔ جس کے جواب میں مولانا نے اپنی نظم بھیج دی۔ جو کہ ان شاء اللہ اس خصوصی اشاعت کی زینت بنے گی۔ ناصری صاحب کو نظم کی وصولی کی اطلاع دینے اور ان کا شکریہ ادا کرنے کیلئے میں نے خط لکھا۔ جس کے آخر میں ﴿اخوکم فی اللہ﴾ لکھ کر اپنا نام لکھ دیا۔ جس کے جواب میں ناصری صاحب نے بڑا دلچسپ خط لکھا' جو ان کی ظرافت طبع کا آئینہ دار ہے۔ چنانچہ ان کی زیارت کا شوق پہلے سے بھی بڑھ گیا۔ جس کی تسکین کیلئے راقم محترم ڈاکٹر قمر احسان کماپوری کی معیت میں ۴ مئی ۲۰۰۵ء کو ان کے دولت خانہ پر حاضر ہوا۔ ان دنوں ان کی طبیعت خراب تھی۔ ملاقات سے بہت خوش ہوئے۔ جامعہ کے حال احوال دریافت کئے اور گھنٹوں جماعتی و مسلکی گفتگو جاری رہی۔ یہ میری ان سے بالمشافہ پہلی اور آخری ملاقات تھی۔ افسوس! کہ باوجود خواہش کے ان کی زندگی میں ان کی خدمت میں دوبارہ حاضری نہ دے سکا اور اس سے بھی بڑھ کر زندگی بھر یہ قلق اور افسوس رہے گا کہ بروقت اطلاع نہ ہونے کی وجہ سے ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت سے بھی محروم رہا۔ (انا اللہ وانا الیہ راجعون) ۲۰۰۵ء اپنی تلخ یادوں کے ساتھ رخصت ہو رہا تھا۔ بعض روشن خیال نیو ایئر نائٹ کی تیاریوں کے ساتھ 12 بجنے کا انتظار کر رہے تھے کہ عشاء کے بعد سوا آٹھ بجے مولانا علیم ناصری ۸۸ برس کی عمر میں اس دنیا سے منہ موڑ کر ﴿کل نفس ذائقۃ الموت﴾ کی حقیقت کا اعلان کر گئے۔ ﴿انا للہ وانا الیہ راجعون. اللھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ وادخلہ الجنۃ الفردوس﴾ اگلے دن یکم جنوری ۲۰۰۶ء کو ظہر کی نماز کے بعد پرنسپل جامعہ سلفیہ مولانا یٰسین ظفر حفظہ اللہ نے ناصری صاحب کی وفات کی اطلاع دی اور گلوگیر لہجے میں ان کی خدمات کا تذکرہ کیا اور اساتذہ و طلبہ جامعہ اور دوسرے نمازیوں سے دعا کی اپیل کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ کوئی روایتی دعا نہیں ہے' بلکہ ان بزرگوں کا ہم پر قرض ہے جنہوں نے اپنی زندگی کے لیل و نہار مسلک و جماعت کی بہتری' ملک و ملت کی خدمت اور ہم سب کی راہنمائی کیلئے گزار دیے۔ شیخ الحدیث حافظ عبدالعزیز علوی حفظہ اللہ نے بڑی رقت سے تمام مرحومین و مومنین کیلئے عموماً اور مولانا علیم ناصری کیلئے خصوصاً دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کی حسنات کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں بلند مقام نصیب فرمائے۔ (آمین)

آج دی خبر

ف ـ ر ـ ی

ہمارے ہاں نامعلوم یہ رسم کب جاری ہوئی کہ زندگی میں کسی شخص کے متعلق لکھنا یا بولنا شجر ممنوعہ ہے۔ جب وہ اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے تو پھر اس کی خوبیوں اور صلاحیتوں کا تذکرہ کر کے اس کی کمی کا رونا رویا جاتا ہے۔ حالانکہ چاہئے تو یہ تھا کہ اس کی زندگی میں اس کی صلاحیتوں کو اجاگر کیا جاتا کہ لوگ ان سے فیضیاب ہوتے اور ان کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھاتے۔ لیکن معلوم نہیں ایسا کیوں نہیں ہو سکتا......؟ مولانا ناصری کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ شعر و شاعری سے تو ان کا تعلق بچپن میں سکول کے زمانے سے ہی جڑ گیا تھا' جو تادم واپسی قائم رہا۔ ''شاہنامہ بالاکوٹ'' شعری و ادبی دنیا میں ان کا عظیم شاہکار ہے۔ ''طلع البدر علینا'' ان کے لیے اور جماعت کیلئے ایک اعزاز ہے۔ ''متاع دیدہ و دل'' ان کی وسعت ظرفی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس کے علاوہ بھی ان کی کئی تصنیفات اور مطبوعہ وغیرہ مطبوعہ نظمیں ہیں۔ برصغیر میں اہل بدعت نے بڑے زور سے حاملین مسلک اہل حدیث کے خلاف یہ پروپیگنڈہ کیا کہ یہ لوگ گستاخ و بے ادب ہیں۔ حالانکہ امام اعظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جس قدر ادب و احترام اہل حدیث نے کیا ہے اور کرتے ہیں۔ دوسرے لوگ تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ آپ غور کیجئے جن لوگوں نے ۱۴ سو سال بعد بھی دامن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں چھوڑا۔ وہ آپ کی توہین و گستاخی کس طرح کر سکتے ہیں اور جنہوں نے چار سو سال بعد ہی امام تبدیل کر لیا' وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کس منہ سے کرتے ہیں؟ بس سوچنے کی ضرورت ہے اور غور و فکر کی کمی۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا ناصری کو یہ اعزاز بخشا کہ انہیں نعت گوئی اور پیغمبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا خوانی پر ۲۰۰۱ء میں صدارتی ایوارڈ سے نوازا بلکہ ان کے خلوص اور محنت کو یوں چار چاند لگائے کہ انہیں اس اعزاز کا حقدار گردانا جو برصغیر کی ادبی تاریخ میں کسی کے حصے میں نہیں آیا کہ انہیں بھی نعت گوئی پر صدارتی ایوارڈ [illegible] دوران کے بیٹے خالد علیم ناصری کو بھی بہترین نعت گو شاعر ہونے پر ۲۰۰۵ء کا صدارتی ایوارڈ دیا گیا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے خلوص کی قدر کرتے ہیں اور انہیں دنیا میں بھی نوازتے ہیں اور آخرت میں بھی ان شاء اللہ انہیں اپنی رحمت سے محروم نہیں کریں گے۔ جماعتی احباب کو چاہئے کہ وہ مولانا علم الدین سمیت تمام مرحومین' اکابرین' علماء' صلحاء کیلئے اپنی دعاؤں میں ضرور حصہ سمجھیں کہ جن کی شبانہ روز محنت سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں توحید و سنت جیسی نعمت سے مالا مال فرمایا ہے۔ یہ ان کا حق بھی ہے اور ہمارے ذمہ قرض بھی۔ اللھم اغفرلھم وارحمھم وادخلھم الجنۃ الفردوس